فقہ و افتاء کا تاریخی ارتقاء - ایک مطالعہ

مولانا سعید خان

فقہ و افتاء، حقیقت و ماہیت اور باہمی تعلق

فقہ اسلامی قرآن و سنت کا عُصارہ و نچوڑ ہے، جو فقہائے کرام کی انتھک کوششوں اور بے پایاں محنتوں کا ثمرہ ہے، اور افتاء کا فقہ کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ایک فقیہ اپنی خداداد صلاحیتوں سے کام لے کر قرآن و سنت میں غور کرکے پیش آمدہ مسائل کے احکام مستنبط کرتا ہے تو ان مسائل کے مجموعے کو ''فقہ'' کا نام دیا جاتا ہے اور جب کوئی سائل اس کے پاس آکر انہی مسائل سے متعلق دریافت کرتا ہے تو فقیہ کے اس بیانیے کو ''فتویٰ'' اور ''افتاء'' کے خوبصورت الفاظ مل جاتے ہیں، لہٰذا فقہ و افتاء یا فقہ و فتویٰ دو لازم و ملزوم چیزیں ہیں۔ قرنِ اول میں فقہ کا ظہور ہوا تو افتاء کا سلسلہ بھی روزِ اول سے قائم ہو گیا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک فقیہ تھے اور امت کے اولین مفتی بھی۔

فقہ اسلامی کا آغاز و ارتقاء، ترتیب و تدوین اور تہذیب و تنقیح کے مختلف مراحل گزرے ہیں، جن سے گزر کر موجودہ فقہی ذخیرہ وجود میں آیا ہے۔ علامہ خضری بک نے فقہ اسلامی کی تاریخ کو چھ ادوار میں تقسیم کیا ہے اور عہد رسالت کو پہلا دور قرار دیا ہے۔ (۱)

پہلا دور

عہد نبوی میں فقہ و افتاء

عہد نبوی میں فقہ و افتاء کا تعلق براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ سے تھا، اس دور میں اسلام کی نشو و نما ہو رہی تھی، مقاصد دینیہ پر زور تھا، ضروریاتِ زندگی محدود ہونے کی بنا پر مسائل و حوادث کا ظہور کم ہوتا تھا اور ایک سادہ معاشرے میں جو مسائل پیش آجاتے تھے تو بارگاہِ رسالت سے ان کی شرعی راہنمائی بآسانی مل جایا کرتی تھی۔ باقاعدہ تدوین فقہ ہوئی تھی نہ اس کی ضرورت تھی۔ عمومی طور پر ایمان و عمل کی پختگی اور اشاعت اسلام و جہاد فی سبیل اللہ پر توجہات مرکوز تھیں۔

اس دور میں فقہ اسلامی کے دو ہی مآخذ تھے: ۱:...قرآن کریم، ۲:...تشریحات و تعلیمات نبویہ۔

قرآن کریم میں اصول وکلیات کا بیان ہوتا تھا تو تعلیماتِ نبویہ میں ان کی تشریح وتوضیح اور جزئیات کی تفصیل ہوجاتی تھی۔ اور کتاب وحکمت کی تعلیم کو قرآن نے مقاصدِ نبوت میں شمار کیا تھا، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس فریضے کی انجام دہی فرماتے ہوئے اپنے جانثار صحابہؓ کی فقہی تربیت بھی فرمارہے تھے۔ (۲) چنانچہ مؤرخین وسیرت نگاروں کے بیان کے مطابق عہدِ نبوت میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہی کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منصب افتاء پر فائز ہوچکے تھے، جن میں حضرات خلفاء اربعہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عمار بن یاسر، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابودرداء اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم اجمعین شامل ہیں۔ (۳)

چنانچہ دورنبوت میں سید المفتین تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ آکر مسائل میں راہنمائی لیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی ربانی کی روشنی میں جواب مرحمت فرمایا کرتے تھے، علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس نوع کے کافی سوالات وجوابات اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''اعلام الموقعین'' میں یکجا جمع کردیئے ہیں، جو ''فتاویٰ امام المفتین'' کے نام سے مستقل ایک جلد میں الگ سے بھی طبع ہوچکے ہیں۔ اس نوع کے سوال وجواب کی طرف قرآن کریم میں بھی کئی مقامات پر اشارات ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرموجودگی میں یا مشغولیت کی صورت میں مندرجہ بالا حضرات سائلین کی تشفی فرماتے تھے۔ یوں دھیرے دھیرے فقہ وافتاء کا کارواں رواں دواں رہا۔ (۴)

دوسرا وتیسرا دور

عہد صحابہؓ وتابعین میں فقہ وافتاء

علامہ خُضَری رحمۃ اللہ علیہ نے عہد صحابہؓ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور کو دوسرا حصہ قرار دیا ہے جو وصال رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم (۱۱ ہجری) سے سن ۴۰ ہجری پر مشتمل ہے۔ اس مرحلے میں اولاً عہدِ صدیقی میں یمامہ کی جنگ کے دوران حفاظ صحابہؓ کی ایک بڑی تعداد کی شہادت نے حفاظتِ قرآن کی طرف توجہات مبذول کرائیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کبار صحابہؓ سے مشاورت کے بعد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جمع قرآن پر مامور فرمایا۔ (۵) چنانچہ ''جامع القرآن'' درحقیقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں لغت قریش میں کتابت پر اتفاق ہوا اور ''مصحف عثمانی'' ہی آج بھی پڑھا پڑھایا جاتا ہے۔ لیکن احادیث قولیہ کے جمع کرنے کا اب تک الگ اہتمام نہ ہوا تھا، البتہ متفرق طور پر مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس لکھے ہوئے حدیثی ذخیرے ضرور موجود تھے جن کے مذاکرے اور سماع وقراءت کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ نیز فقہ کی تدوین کا سلسلہ بھی تاحال شروع نہیں ہوا تھا، البتہ پیش آمدہ مسائل میں افتاء اور اجتہاد کا عمل ضرور قائم تھا، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بالترتیب کتاب وسنت میں غور وتدبر کے بعد جو مسائل نہ ملتے تو اجتہاد سے کام لیتے تھے، یہی طرزِ عمل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی تھا، مزید براں نصوص میں حکم نہ ملنے کی صورت میں کبار

صحابہ رضی اللہ عنہم خصوصاً فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشاورت کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔

یوں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں مفتیان کرام کی تعداد ایک سو کے لگ بھگ تھی، لیکن مکثرین محض سات تھے: حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عائشہ، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم۔ ان حضرات کے فتاویٰ وآثار مصنف عبدالرزاق ومصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں بکھرے پڑے ہیں۔ حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اگر ان میں سے ہر ایک کے فتاویٰ جمع کیے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوجائے۔ معروف عرب عالم شیخ محمد رواس قلعہ جی نے اس نوع کے موسوعات کے کئی مجموعے مرتب کیے ہیں جو علمی حلقوں میں متداول ہیں۔ ان کے علاوہ متوسطین صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد تھی، جن میں حضرت ابوبکر، ام سلمہ، انس بن مالک، عثمان اور معاویہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ ان کے فتاویٰ بھی رسالوں کی صورت میں جمع ہوسکتے ہیں، باقی صحابہ رضی اللہ عنہ بہت کم فتوے دیا کرتے تھے۔ (۶)

علامہ خضری بک رحمۃ اللہ علیہ نے صغار صحابہ رضی اللہ عنہ وتابعین رحمہم اللہ کے دور کو تیسرا مرحلہ قرار دیا ہے۔ یہ دور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت (۴۱ھ ہجری) سے قرن ثانی کی ابتدا تک کے زمانے پر محیط ہے۔ اس دور میں فتنے بڑھ گئے تھے، اس لیے روایت حدیث میں احتیاط کے کئی مزید اصول طے ہوگئے تھے اور تدوین حدیث کا بھی آغاز ہوچلا تھا۔ نیز امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے فقیہ بھی اسی دور کا حصہ ہیں، جنہوں نے فقہ اسلامی کی تدوین میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ ہر شہر میں مفتیان کرام کی ایک جماعت بھی افتاء کا میدان گرم کیے ہوئے تھی، جن کی فہرست علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہل علم نے ذکر کی ہے، ہم اختصار کے پیش نظر یہاں حوالہ ہی کافی سمجھتے ہیں۔ (۷)

چوتھا دور

علامہ خضری رحمۃ اللہ علیہ کی تقسیم کے مطابق یہ فقہ اسلامی کی تاریخ کا چوتھا مرحلہ ہے جو دوسری صدی کے آغاز سے چوتھی صدی کے نصف تک طویل زمانے پر محیط ہے۔ یہی دور ہے جس میں تدوین حدیث اور تدوین فقہ جیسے معرکہ آراء کارنامے انجام پائے اور ائمہ فقہاء ومحدثین کے نفوس قدسیہ کا ظہور ہوا۔

جہاں تک تدوین حدیث کا تعلق ہے تو یہ ایک طویل الذیل موضوع ہے جو سرِ دست ہمارے اس مختصر سے مقالے کے موضوع سے خارج ہے، البتہ تدوین فقہ کے میدان میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اوزاعی، امام لیث بن سعد اور امام عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہم کی خدمات سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اہل علم وفقہاء کی ایک شوریٰ ترتیب دی تھی جس میں مسائل پر غور وخوض ہوتا، دلائل کا مناقشہ ومباحثہ ہوتا، متفقہ مسائل لکھے جاتے اور اختلافی امور بھی سپرد قلم کیے جاتے۔ ان مجالس میں جہاں پیش آمدہ مسائل پر بحث ہوتی وہیں مستقبل میں پیش آنے والے حوادث بھی زیر بحث آتے، یوں ''فقہ تقدیری'' کا ایک ذخیرہ وجود میں

آیا جو فقہ حنفی کا ایک امتیاز ہے۔ نیز افتاء کا نظام بھی مستحکم ہوا، فقہاء کے مناہج طے ہوئے، اصول استنباط واستخراج متعین ہوئے، جن کی بنیاد پر مختلف فقہی مذاہب وجود میں آئے۔ اور تکوینی طور پر ان میں سے چار مشہور مسالک کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی، چنانچہ اس زمانے سے خلق خدا کی اکثریت انہی سے وابستہ ہوتی چلی آرہی ہے۔ واضح بات ہے کہ ہر امام کے مقلدین اپنے مسلک کے موافق فتویٰ حاصل کرنے کے لیے اپنے کبار فقہاء کی طرف رجوع کرتے تھے، یہی فتاویٰ ترتیب دیئے گئے تو ان سے کتب فتاویٰ کی بنیاد پڑی، جو معتبر متون وشروح کے بعد ہر فقہی مذہب میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اجمالی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ دور سابقہ فقہاء کی خوشہ چینی اور فقہ اسلامی کی تدوین کا زمانہ تھا۔ (۸)

پانچواں دور

یہ مرحلہ چوتھی صدی کے وسط سے سلطنت عباسیہ کے زوال تک پر مشتمل ہے۔ یہ دور فقہی مذاہب میں توسع اور تقلید کے شیوع کا دور ہے، مرورِ زمانہ سے ہمتیں پست ہوئیں اور کم علمی وجہالت پر قناعت کا بازار گرم ہوا۔ اس دور میں مختلف فقہی مسالک کے مقلدین میں مناظرہ بازی کا ایک مذاق بھی پیدا ہوا جس کے مثبت ومنفی اثرات پڑے، البتہ فقہی ذخیرہ میں بھی قابل قدر اضافہ ہوا، چنانچہ اسی دور میں تفریعات وتخریجات پر مشتمل کتب کا ایک کتب خانہ تیار ہوگیا۔ حنفیہ میں فقیہ ابواللیث سمرقندی، امام قدوری، ابوزید دبوسی، ابوالحسن کرخی، شمس الائمہ سرخسی، بزدوی، کاسانی، مرغینانی، صاحب ہدایہ، دیگر فقہی مذاہب کے ابن عبدالبر، ابن رشد، ابوولید باجی، قاضی عیاض، امام الحرمین عبدالملک الجوینی، امام غزالی اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہم جیسے نامور اہل علم وفقہاء اسی دور کی یادگار رہیں۔ بہرکیف اس زمانے میں بھی فقہ وافتاء کا سلسلہ یوں ہی جاری وساری رہا۔ مجموعی اعتبار سے یہ فقہ کی ترتیب وتہذیب اور اختیار وترجیح کا دور ہے۔ (۹)

چھٹا دور

یہ مرحلہ سقوط بغداد سے دور حاضر پر مشتمل ہے، اس زمانے میں مجتہدانہ صلاحیتوں کے حامل اہل علم کمیاب ہوگئے، علامہ سیوطی وغیرہ جن اہل علم نے اجتہاد مطلق کا دعویٰ کیا بھی تو دیگر علماء نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ شروح وحواشی اور اختصار کا رجحان اس دور میں زیادہ رہا ہے، نیز آخری زمانے میں تسہیل کا ایک اور رجحان ابھرا ہے۔ اس زمانے میں ابن عبدالسلام، ابن حاجب، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن ہمام، سبکی اور سیوطی جیسے رحمۃ اللہ علیہم جہابذہ اہل علم گزرے ہیں۔ اور آخری دور میں علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جیسی عبقری ہستیاں بھی رہی ہیں۔ خلافت عثمانیہ بھی اسی طویل دور کا حصہ ہے، جس میں افتاء کا نہایت مستحکم نظام رہا ہے، شیخ الاسلام کا منصب اس کا امتیازی کارنامہ ہے، جو چیف جسٹس بھی ہوا کرتا تھا، اس دور میں افتا کا نظام کافی مرتب ومنظّم شکل میں سامنے آیا، چنانچہ اہل علم نے آدابِ استفتاء وافتاء پر باقاعدہ کتابیں لکھیں اور ہر خطے میں دارالافتاؤں کا ایک سلسلہ قائم ہوا۔

اس موضوع پر محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اقتباس پیش کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا، جو طویل ضرور ہے، لیکن اس میں تاریخ افتاء کا اختصار آ گیا ہے، اور ساتھ ساتھ موجودہ نیٹ ورک کا پس منظر بھی سامنے آ گیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

''اسلامی حکومتوں میں جب تک اسلامی قانون جاری رہا اور اسلامی حکومتیں کسی نہ کسی حد تک خدمتِ دین کی ذمہ داری کو محسوس کرتی رہیں، اس وقت تک ایک طرف محاکمِ عدلیہ قضا کا نظام جاری رہا اور دوسری طرف علمائے امت کے ذریعہ ہر وقت افتاء کا کام ہوتا رہا، اسلامی حکومتیں دار القضاء کی طرح دار الافتاء کی سرپرستی بھی کرتی رہیں، آج بھی ان حکومتوں میں جنہیں پوری طرح اسلامی حکومتیں کہنا مشکل ہے، قضاء وافتاء کا نظام کسی نہ کسی حد تک قائم ہے۔

متحدہ ہندوستان کے فرنگی استعمار کا شکار ہو جانے اور اس کے ظلم وجبر کے شکنجے میں جکڑ جانے کے بعد بھی بہت سی اسلامی ریاستوں میں یہ نظام کسی حد تک قائم رہا اور بھوپال، ٹونک، بہاول پور وغیرہ میں سوائے حدود کے تمام فیصلے اسلامی قانون کے مطابق ہوتے رہے۔ البتہ برٹش گورنمنٹ کے زیرنگیں علاقوں میں اسلامی قانون کو معطل کر دیا گیا، محاکم عدلیہ اٹھا دیئے گئے، ان کی جگہ تاجِ برطانیہ کی وفادار عدالتیں قائم ہوئیں، اسلامی حکومتوں کے قائم کردہ دار الافتاء برباد کر دیئے گئے، ان حالات میں امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دوراندیش اکابرِ دین نے امت میں دین کے علمی وعملی اور اخلاقی واعتقادی نظام کو قائم اور باقی رکھنے کے لیے دینی ادارے قائم کیے جن سے تعلیم وتبلیغ اور درس وافتاء کے چشمے جاری ہوئے۔

یہ فقہاءِ اسلام اور حکمائے امت جنہوں نے ان کٹھن حالات میں یہ نظام قائم رکھا، صرف یہی نہیں کہ یہ حضرات علوم اسلامیہ (تفسیر وحدیث، فقہ واصول، جرح وتعدیل، قضایائے صحابہؓ وتابعین، نحو وبلاغت، صرف ولغت) کے دریائے ناپیداکنار کے شناور ہوتے تھے، بلکہ اکابر اولیاء اللہ اور صالحین امت کے فیضِ صحبت سے تربیت یافتہ بھی ہوتے تھے، ان کے دل نور ایمان سے منور، ان کے دماغ فراست ایمانی سے روشن اور ان کے اخلاق واعمال امت کے لیے قابل حجت نمونہ ہوتے تھے، روزِ اوّل ہی سے ان کی تعلیم وتربیت علومِ انبیاءؑ کے مزاج کے مطابق ''خضر صفت'' اساتذہ کے انفاسِ قدسیہ اور صحبتِ مقدسہ کے ذریعہ ہوتی تھی، جس کے نتیجہ میں وہ علمی تبحر، اخلاقی بلندی اور عملی کمال کے ساتھ شریعتِ محمدیہ کی ذمہ داری کی نزاکتوں کا بھی پورا پورا احساس رکھتے تھے، انہیں یہ بات پوری طرح ملحوظ رہتی تھی کہ کل انہیں بارگاہِ خداوندی میں پیش ہونا ہے، اس لیے خدا خوفی اور فکرِ آخرت کے جذبے سے کسی کی رُورعایت یا خوفِ ملامت کیے بغیر وہ ٹھیک ٹھیک احکام خداوندی بیان کرتے تھے۔

ظاہر ہے کہ یہ منصب صرف کتابوں کی ورق گردانی، غیر مسلم مستشرقین کی شاگردی، اعدائے اسلام کی معاشرت، ان سے محبت وتعلق اور ان کی رہنمائی سے حاصل نہیں ہوسکتا، بلکہ ان کفار اور مستشرقین کی صحبت سے رہے سہے فطری نقوش بھی مٹ جاتے ہیں، قبول حق کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور دلوں پر مہر

لگ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم ممالک کے سادہ لوح اسکالر جب مستشرقین کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرتے ہیں تو انہیں دیکھتے ہی ان کی زبان سے بولنے اور ان ہی کے ذہن سے سوچنے لگ جاتے ہیں، ان کے صفحۂ دماغ اور لوحِ دل پر مستشرقین اساتذہ کے کافرانہ ومعاندانہ نقوش کچھ اس طرح مرتسم ہوجاتے ہیں کہ کھلے کھلے اسلام کش نظریات کو وہ غیر شعوری طور پر ہضم کرتے چلے جاتے ہیں، تا آنکہ وہ ان کفار کی کورانہ تقلید میں اس قدر راسخ ہوجاتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو ''روایتی اسلام'' کہہ کر پائے استحقار سے ٹھکرا دیتے ہیں۔ جب قلوب مسخ ہوجائیں، نیتیں بدل جائیں، عزائم میں فساد ابھر آئے، مزاج بگڑ جائیں، ذہن کفر کے زہر سے مسموم ہوجائیں تو صرف یہی نہیں کہ پھر ان لوگوں کے سدھرنے کی توقع باقی نہیں رہتی، بلکہ ان کا وجود، ان کا علم اور ان کا کردار امت کے لیے سراپا فتنہ بن جاتا ہے، اس وقت ان کی حالت ٹھیک وہی ہوتی ہے جو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی امت کی بیان فرمائی:

''إِنَّکَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَکَ وَلَا يَلِدُوْا إِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا۔'' (نوح:۲۷)

ترجمہ: اے اللہ! اگر آپ انہیں مزید مہلت دیں گے تو یہ صرف آپ کے بندوں کو بہکائیں گے اور ان کی آئندہ نسل بھی فاجر وبدکار ہی ہوگی۔ (۱۰)

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

مآخذ ومراجع

۱:...... ملاحظہ فرمائیں: تاریخ التشریع الاسلامی للشیخ خضری بک، ط: دار الکتب الثقافیۃ۔

۲:...... عہدِ نبوت میں صحابہؓ کی فقہی تربیت کے موضوع پر ہماری جامعہ کے شعبہ تخصصِ علومِ حدیث کے مشرف محقق عالم حضرت مولانا عبدالحلیم چشتی دامت برکاتہم العالیہ کا وقیع مقالہ قابل دید ہے، حال میں عربی مقالہ عمان کے اشاعتی ادارے دار الفتح سے چھپ چکا ہے۔ اردو ترجمہ بھی قسط وار ماہنامہ بینات کی زینت بڑھا رہا ہے۔ فجزاہ اللہ عن العلم واہلہ خیرا۔

۳:...... ملاحظہ فرمائیے: الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی: ۱/۲۳۳، ۲۳۴، مطبع: دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۴:...... اس عنوان کے تحت اپنا حاصل مطالعہ باختصار پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

۱- فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، مولانا محمد تقی امینی، طبع: قدیمی کراچی۔

۲- الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی، محمد بن حسن حجوی، طبع: دار الکتب العلمیہ بیروت۔ دو ضخیم جلدوں پر مشتمل یہ کتاب تاریخ تدوین فقہ کے موضوع پر ایک شاہکار ہے، کوئی باذوق زبان دان عالم اس کے ترجمے کا بیڑا اٹھالے تو اردو داں طبقے کا بھی بھلا ہوجائے۔

۳- تاریخ تشریع اسلامی کے موضوع پر لکھی گئی، متفرق کتب۔

۵:...... دیکھئے: صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، ۲/ ۷۴۵، طبع: قدیمی۔

۶:...... ملاحظہ کیجئے: اعلام الموقعین، ۱/ ۱۰، ۱۱۔ تاریخ التشریع الاسلامی خضری بک۔ اصول الافتاء مفتی محمد تقی عثمانی: ۱/ ۲۲، ۲۳، طبع: مکتبہ معارف القرآن کراچی۔

۷:...... اعلام الموقعین، ۱/ ۱۹، ۲۰۔ طبع: دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

۸:...... تاریخ التشریع الاسلامی۔ الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی وغیرہ

۹:...... ایضاً

۱۰:...... بصائر وعبر: ۱/ ۱۶، ۱۷، طبع: مکتبہ بینات، جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

www.banuri.edu.pk